Fikr-o-Nasar (Islamabad) 20:6 (1982)

کینیا کے مسلمان، مسائل اور ان کا حل

محمد سمیع اللہ

کینیا کا کل رقبہ ۵۶۹۲۵۲ مربع کلومیٹر اور آبادی قریباً ایک کروڑ ساٹھ لاکھ افراد پر مشتمل ہے۔ انتظامی نقطۂ نظر سے یہ ملک سات صوبوں میں تقسیم ہے جن میں سب سے بڑے صوبے کا نام رفٹ ویلی (RIFT VALLEY) ہے۔ کینیا کے سولہ بڑے بڑے قبائل میں سب سے بڑا قبیلہ کیکویو (KIKUYA) کہلاتا ہے۔ ملک کی واحد سیاسی جماعت "دی کینیا افریکن نیشنل یونین" (کانو) ہے جو وہاں حکومت سازی کا فریضہ انجام دیتی ہے۔

افسوس ہے کینیا کی مسلمان آبادی کے متعلق صحیح اعداد و شمار حاصل نہیں ہو سکے۔ مختلف اندازوں سے جو کچھ ظاہر ہوتا ہے یہ ہے کہ ان کی تعداد چالیس لاکھ سے لے کر ساٹھ لاکھ تک یعنی کل آبادی کے پچیس فیصد سے لے کر چالیس فیصد تک ہے۔ بہر حال اگر ہم یہ کہیں کہ کینیا میں مسلمانوں کی کل تعداد وہاں کی آبادی کا کم از کم ۳۲ فیصد ہے تو ایسا کہنا بے جا نہ ہوگا۔ ملک کے دار الحکومت نیروبی میں اگرچہ مسلمان دس فیصد سے زیادہ نہ ہوں گے، لیکن ساحلی صوبہ جس کا دار الحکومت ممباسہ ہے، مشرقی صوبہ اور جنوب مشرقی صوبہ غالب مسلم اکثریت کے علاقے ہیں۔ کہا جاتا ہے کینیا میں مساجد کی تعداد پانچ ہزار ہے۔ جن میں سے دس مسجدیں دار الحکومت نیروبی میں واقع ہیں۔ وہاں کے مسلمان بحیثیت مجموعی اقتصادی طور پر کمزور، سیاسی حیثیت

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

سے بے اختیار اور تعلیمی نقطہ نظر سے پس ماندہ ہیں۔ وہ باہمی طور پر منتشر اور چھوٹے چھوٹے گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ جن کا آپس میں ایک دوسرے سے کوئی معاشرتی ربط وضبط نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ہم مسلمانوں کی اس ناگفتہ بہ حالت کے پیچھے کارفرما عوامل کا جائزہ لیتے ہیں تو تمام مسائل نکھر کر ہمارے سامنے آجاتے ہیں۔

کینیا میں اسلام کا نشو وارتقاء

مورخین اور دیگر محققین کی مشہور رائے کے برعکس براعظم افریقہ کا پہلا ملک جس نے اسلام قبول کیا مصر نہ تھا، بلکہ کرہ ارضی کے جس خطے کو اب کینیا کہا جاتا ہے، اس کا جنوب مشرقی حصہ اس تاریک براعظم کی وہ خوش نصیب سرزمین ہے جو آفتاب حق وصداقت کی ضیا پاشیوں سے سب سے پہلے منور ہوئی۔ مصر کا نمبر اس کے بعد آتا ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کی خلعت ۶۱۰ء میں بمقام غار حرا عطا ہوئی اور آپ نے دین حق کی تبلیغ واشاعت کا عظیم فریضہ انجام دینا شروع کیا تو قریش مکہ میں سے صرف چند افراد نے اسلام قبول کیا، اور باقی لوگ نہ صرف یہ کہ اسلام نہیں لائے بلکہ انہوں نے سچا دین اختیار کر لینے والوں کو شدید ذہنی اور جسمانی تکالیف، تحقیر و توہین اور معاشرتی مقاطعہ جیسے انتہائی ظالمانہ اقدامات کا نشانہ بنانا شروع کر دیا۔ پانچ سال تک اسی طرح مخالفین حق کی جانب سے بے پایاں اذیتیں برداشت کرنے کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بالآخر اہل حق کو مشورہ دیا کہ وہ اپنے دین وایمان کی سلامتی کے لئے حبشہ کی جانب ہجرت کر جائیں۔ چنانچہ ۶۱۵ء میں مسلمانوں کی ایک جماعت، جس میں پانچ خواتین بھی شامل تھیں، تاریخ اسلام میں پہلی ہجرت کر کے حبشہ چلی گئی جہاں انہیں شاہ حبشہ نجاشی نے جائے پناہ مہیا کی۔ مسلمانوں کی اس جماعت میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی

شامل تھے۔

تین مہینے کے بعد جب حبشہ میں یہ افواہ پھیلی کہ مکے کے تمام قریشیوں نے اسلام قبول کر لیا ہے تو بیس مسلمان مکے واپس لوٹ آئے، لیکن یہاں آکر انہیں پتا چلا کہ وہ افواہ بے بنیاد تھی۔ چنانچہ اسی سال ان کی بیشتر تعداد لوٹ کر حبشہ چلی گئی۔ ان کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی جو نئے نئے مسلمان ہوئے تھے، حبشہ پہنچے۔ تاریخ اسلام میں اس واقعہ کو ہجرت ثانیہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ان لوگوں کی کل تعداد، بیس خواتین سمیت، ایک سو ایک تھی۔

حبشہ کی جانب ہجرت کرنے والے ان ایک سو ایک مسلمانوں میں سے کچھ لوگ اس مقام پر تھوڑا عرصہ قیام کرنے کے بعد مشرقی افریقہ پہنچے اور شنگ وایا (SHUNG-WAYA) کی ساحلی بنتو سلطنت میں اپنے گھر بسا لیے جو تقریباً دریائے جوبا اور ٹانا کے وسط میں واقع تھی اور جس میں جزائر لامو (LAMU) بھی شامل تھے۔ مسلم آباد کاروں کی اس جماعت نے بہت سے ساحلی باشندوں، خصوصاً ان لوگوں کو مسلمان کیا جو جزائر لامو میں رہتے تھے۔ اس طرح براعظم افریقہ کی متحدہ ریاست کا یہ خطہ جو آج کل کینیا کہلاتا ہے افریقہ کی پہلی اسلامی ریاست بنا۔

اس کے برخلاف مصر ۶۴۰ء میں حلقہ بگوش اسلام ہوا، جب حضرت عثمان بن عفان ذوالنورین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے دور خلافت میں مسلمانوں کی ایک فوج نے، جس کی قیادت حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کر رہے تھے، اسے فتح کیا۔

کینیا کے علاقے جزائر لامو میں اسلام کو سب سے زیادہ قوت حاصل رہی۔ لامو کا اہم ترین مقام سیو (SIU) تھا جسے اپنے محققین اور علمائے دین کی وجہ سے بڑی شہرت حاصل تھی۔ یہاں قریباً ہر سال پانچ سو لڑکے لڑکیوں کو قرآن مجید حفظ کروایا جاتا تھا۔ یہاں

کے فارغ التحصیل علما رکینیا کے ساحلی علاقوں اور مشرقی افریقہ کے دوسرے حصوں میں اسلام کی تبلیغ کرتے تھے۔

آج کے کینیا میں اسلامی تعلیم کی کمی

کینیا کے برطانوی نو آبادیاتی دور میں سرکاری اور لادینی سکولوں میں مذہبی تعلیم کا کوئی اہتمام نہ کیا جاتا تھا۔ مشنری سکول چونکہ سرکاری کنٹرول سے آزاد تھے، لہذا ان میں طلبہ کو عیسائیت کے بارے میں جامع نصاب کی تیاری کروائی جاتی تھی۔ دوسری طرف مسلمانوں کے پاس اتنے وسائل نہ تھے کہ وہ اپنے سکول چلا سکتے۔ وہ صرف معمولی معاوضے پر کام کرنے والے اساتذہ کی خدمات حاصل کر پاتے جو ان کے بچوں کو اسلامیات کی ابتدائی تعلیم دیتے تھے۔ یہ انہی عوامل کا نتیجہ ہے کہ آج کینیا کے عیسائی باشندے اپنے مذہب کی پوری پوری معلومات رکھتے ہیں جب کہ وہاں رہنے والے مسلمان تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود اسلام کے بارے میں کچھ زیادہ نہیں جانتے۔

حال ہی میں کینیا کی آزاد حکومت نے سرکاری اسکولوں کے نصابات میں مذہبی تعلیم کے لئے بھی ہر ہفتہ کچھ پیریڈ مقرر کئے ہیں۔ اس سہولت سے عیسائی تو پورا پورا فائدہ اٹھا رہے ہیں لیکن مسلمان ایسا کرنے میں ناکام ہیں، اس لئے کہ کینیا میں ایسے مسلمان بہت کم ہیں جو اساتذہ کی حیثیت سے سرکاری سکولوں میں کام کرتے ہوں اور جو ہیں، ان کے متعلق اگر ہم یہ فرض بھی کر لیں کہ وہ اسلام کے بارے میں اطمینان بخش حد تک معلومات سے آراستہ ہیں تب بھی وہ اپنی قلت تعداد کی وجہ سے سکولوں کے مسلمان طلبہ کی ایک بہت ہی تھوڑی مقدار کو تعلیم دے سکتے ہیں۔ دوسری طرف سکولوں کے عیسائی اساتذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے اور ان میں سے ہر استاد اپنے شاگردوں کو پڑھانے کے لئے بائبل کے بارے میں کافی معلومات رکھتا ہے۔ لہذا جہاں تک

عیسائی طلبہ کا تعلق ہے انہیں سکولوں میں معقول مذہبی تعلیم دی جاتی ہے۔ تنظیم اور وسائل ہی کی کمی مسلمانوں کو اس امر سے روکتی ہے کہ وہ اسلامیات کے مقامی یا غیر ملکی اساتذہ کی خدمات سے استفادہ کر سکیں۔ حکومت کی یہ پالیسی نہیں کہ وہ ان اساتذہ کی تنخواہیں ادا کرے جو صرف مذہبی علوم کی تعلیم پر مامور رہیں۔ چنانچہ یہ مسئلہ خود مسلمانوں ہی کو حل کرنا ہوتا ہے ایک اور مشکل یہ ہے کہ اگر مقامی طور پر ایسے اساتذہ کی خدمات حاصل بھی کر لی جائیں جو اسلامی علوم سے خاطر خواہ آگاہی رکھتے ہوں تو ایسے لوگ نہ تو تعلیم و تعلم کی رسمی تربیت سے آشنا ہوتے ہیں اور نہ انگریزی زبان ہی سے واقفیت رکھتے ہیں جو ملک کا بڑا ذریعہ تعلیم ہے۔

ان دشواریوں کے باوجود اسلامی مضامین کا ایک نصاب تیار کر کے کینیا کی وزارت تعلیم سے اس کی منظوری حاصل کر لی گئی ہے اور نیروبی اور ممباسہ جیسے بڑے شہروں کے سکولوں میں اسلامی تعلیم کے نفاذ کی راہیں ہموار ہو رہی ہیں اور اس ضمن میں کچھ نہ کچھ ترقی کے امکانات نمایاں نظر آ رہے ہیں۔ گزشتہ چند برسوں سے پرائمری اور ثانوی سکولوں کے امتحانات میں سوالات کے پرچے اس طرح مرتب کئے جا رہے ہیں کہ اسلامی علوم سے متعلق ایک متبادل پرچہ شامل کیا جاتا ہے تاکہ امتحان میں شریک مسلم طلبا اسے حل کر سکیں۔

مسیحی چرچ کے تبلیغی پروگرام

ماضی میں استعماری طاقتوں کی یہ مستقل پالیسی رہی ہے کہ جس حد تک ممکن ہو مسلمانوں کو سیاسی، تعلیمی اور معاشی حیثیت سے پس ماندہ رکھا جائے۔ چونکہ مسیحی چرچ نے اسلام کو ہمیشہ اپنے وجود و بقا کے لئے ایک خطرہ سمجھا ہے، لہذا وہ اسلام اور مسلمانوں کے مقابلے میں انتہائی معاندانہ رد عمل ظاہر کرتا ہے اور چونکہ افریقہ کو بجا طور پر ایک مسلمان براعظم سمجھا جاتا ہے اس لئے یہ بات بالکل فطری ہے کہ اس براعظم سے اسلام کا نام و نشان مٹانے

کے لئے مسیحی چرچ اپنا ایڑی چوٹی کا زور لگائے۔ افریقہ کو مسیحیت کے دائرے میں کھینچ لے جانے کی جو کوشش ہو رہی ہیں، کینیا ان کوششوں کی کامیابی کا بڑا مظہر ہے۔ اس ملک کا شمار دنیا کے ان چند ممالک میں ہوتا ہے جہاں مسیحیت کے تمام چرچ اور فرقے اپنی باہمی دشمنیاں اور اختلافات بھلا کر متحد و منظم ہو گئے ہیں اور اپنی واحد تنظیم "نیشنل کرسچین کونسل آف کینیا" (این سی سی کے) کے تحت مصروف عمل ہیں۔ اس تنظیم کے دائرہ عمل میں مندرجہ ذیل شعبے شامل ہیں۔

الف ۔ بائبل کا مطالعہ اور تحقیق
ب ۔ مسیحی رابطہ ۔
ج ۔ مسیحی تعلیم و تربیت
د ۔ مسیحی عبادت، گھر اور خاندانی زندگی
ہ ۔ امداد اور از سر نو آباد کاری
و ۔ نوجوانوں کی تربیت

بائبل کے مطالعے اور تحقیق کا جو شعبہ ہے اس کے تحت اسلام پر کام کرنے کے لئے ایک پینل قائم کیا گیا ہے جس کی واحد ذمہ داری یہ ہے کہ مسلمانوں کو عیسائیت کا حلقہ بگوش بنانے کے سوال پر انتہائی توجہ اور غور و فکر سے کام لے۔ اس کی وجہ ایک حد تک جیمز ہالوے کی وہ تحقیقی کتاب ہے جو "مشرقی افریقہ میں اسلام اور عیسائیت کی باہمی تبدیلی مذہب کے عمل کی وسعت" کے نام سے شائع ہوئی ہے۔ اس کتاب میں مصنف یوں رقم طراز ہے:

"جب کہ کچھ لوگ عیسائیت سے منہ موڑ کر اسلام میں داخل ہو رہے ہیں خصوصاً باہمی شادیوں اور معاشرتی دباؤ کے ذریعے اسلام سے نکل کر عیسائیت میں آنے والوں کی شرح تیزی

سے بڑھ رہی ہے اور ان لوگوں کے مقابلے میں پہلے ہی زیادہ ہو چکی ہے جو عیسائیت کو چھوڑ کر اسلام کو اپنا رہے ہیں۔ وہ عوامل جو لوگوں کی اسلام سے عیسائیت کی جانب تبدیلیٔ مذہب کا سبب بنتے ہیں، اب آہستہ آہستہ نمایاں ہوتے جا رہے ہیں۔ امید ہے کہ آئندہ چند سال میں زیادہ لوگ اپنا مذہب چھوڑ کر عیسائیت اختیار کر لیں گے۔"

عیسائیوں کا ایک خصوصی منصوبہ "اسلام افریقہ میں"

یہ منصوبہ جس کے سربراہ ریورنڈ ڈیوڈبی۔ بارٹ (پوسٹ بکس نمبر ۲۳۰ نیروبی، کینیا) ہیں اور جس کی شاخیں نائیجیریا (پوسٹ بکس نمبر ۴۰۴۵، ابادان) سمیت دوسرے افریقی ممالک میں قائم ہیں، چرچ کے ماہرین کی ایک بڑی تنظیم ہے جس کا مقصد ایسے طریقے دریافت کرنا اور ذرائع و وسائل تلاش کرنا ہے جن کی مدد سے براعظم افریقہ میں اسلام کی پیش قدمی کو روکا جا سکے۔ یہ منصوبہ "بین الاقوامی مشنری کونسل" کی جانب سے شروع کیا گیا ہے جو دنیا کے ۳۸ ممالک کی عیسائی مشنری تنظیموں پر مشتمل ہے۔ اس منصوبے کا مقصد مسلمانوں کی "کمزوریاں" کو تلاش کرنا اور عیسائی کارکنوں کو مسلمانوں سے مؤثر "مقابلے" کے لئے تیار کرنا ہے۔ اس منصوبے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے ایسے عیسائی کارکنوں کو جنہیں اپنے کام کاج کے دوران مسلمانوں سے میل جول کے مواقع ملتے ہیں، ایسی تربیت دی جائے جس کے ذریعہ انہیں عیسائی مذہب اختیار کر لینے پر آمادہ کیا جا سکے۔ اس منصوبے کو ڈاکٹر جے ایس ٹرمنگھم کی جانب سے بڑی مدد ملی ہے جو اس سے پہلے سوڈان میں چرچ مشنری سوسائٹی کے ایک مشنری اور گلاسگو یونیورسٹی برطانیہ میں شعبہ عربی کے سربراہ تھے۔ موصوف نے "اسلام مشرقی اور مغربی افریقہ میں" کے موضوع پر متعدد تحقیقی کتابیں بھی تصنیف کی ہیں۔

افریقہ میں جو عیسائی مشنریاں برسرکار ہیں ان کی کوششوں کے پیچھے مغرب کے سرمایہ دار

ممالک کے کبھی ختم نہ ہونے والے بڑے بڑے مالی وسائل اور تربیت یافتہ افرادی قوت کام کر رہی ہے۔ چنانچہ وہاں کی مسلم تنظیموں اور کارکنوں کے لئے یہ بڑا مشکل ہے کہ وہ مسلمان ممالک کی جانب سے مالی امداد اور باصلاحیت افرادی قوت کے بغیر کوئی ایسا لائحہ عمل یا منصوبہ تیار کر سکیں جس کے ذریعے براعظم افریقہ میں عیسائیت کی پیش قدمی اور مسلمانوں کے عیسائیت اختیار کر لینے کے تدریجی عمل کو روکا جا سکے۔

عیسائیت کا کینیا کے جنوب مشرقی صوبے جیسے مسلم اکثریت رکھنے والے علاقے میں قدم جما لینا، جہاں صومالی نسل کے نوے فی صد مسلمان اور بوران قبیلہ آباد ہے، جس نے چالیس برس پہلے اسلام قبول کر لیا تھا، اس حقیقت کا کھلا اظہار ہے کہ اسلام کی یہ اہم مخالف طاقت کینیا کے دوسرے علاقوں میں بڑی تیزی سے آگے بڑھ رہی ہے۔ جب سے مشرقی افریقی ساحل پہ عیسائی مشنریوں کی یورش کا آغاز ہوا ہے، یہ ان کی مستقل پالیسی رہی ہے کہ مسلمان عوام کو تعلیمی اور طبی سہولتیں مہیا کر کے انہیں اپنے جال میں پھانسا جائے۔ ان کی ان کوششوں کی کامیابی مذہبی مناظر کا مشاہدہ کرنے والے کسی صاحب نظر انسان سے مخفی نہیں۔

صیہونی اثرات

عیسائیت کے طویل المعیاد دباؤ کے علاوہ اب افریقہ میں صیہونیت بھی مسلمانوں کی ایک مخالف طاقت کی حیثیت سے میدان میں اتر آئی ہے۔ ان کے ثقافتی، معاشی اور معاشرتی اثر و رسوخ میں بتدریج لیکن ٹھوس بنیادوں پر اضافہ ہو رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ عرب ریاستوں کے خلاف اپنی جدوجہد کے حوالے سے صیہونی پوری دنیا کے مسلمانوں کو اپنے لئے ایک خطرہ تصور کرتے ہیں۔

اگرچہ کینیا میں یہودیوں کی تعداد بہت تھوڑی ہے، لیکن دوسرے ممالک کی طرح انہوں نے

یہاں کی سیاسی اور معاشی زندگی میں بھی اپنے پنجے بڑی گہرائی تک مضبوطی سے گاڑ لئے ہیں۔ اسرائیل میں قائم شدہ بہت سی کمپنیاں کینیا میں کام کر رہی ہیں اور خود کینیا کے رہنے والے یہودی وہاں کے سیر و سیاحت جیسے فروغ پذیر اور نفع بخش کاروبار پر قابض ہیں جو کافی (COFFEE) کے بعد ملک کا دوسرا بڑا ذریعہ آمدنی ہے۔ کینیا کے اخبارات پر بھی یہودیوں کا کنٹرول قائم ہے۔

براعظم افریقہ میں صیہونی پراپیگنڈا ایک جانا پہچانا عنصر ہے۔ اس پروپیگنڈے کا ایک دلچسپ اور مستقل موضوع یہ ہے کہ عرب ممالک کو غلاموں کی تجارت کرنے والی ریاستوں کی حیثیت سے پیش کیا جائے۔

کینیا میں صیہونی اثر و رسوخ کا نفوذ و ارتقاء اگرچہ اس وقت بظاہر کامیاب نظر آتا ہے لیکن مسلمانوں کی تنظیم نو کے ذریعے اسے بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنا ناممکن نہیں۔

مسلمانوں کے اسلامی شعور کا احیاء

مسلمانوں کے اسلامی شعور کو صرف اس صورت میں بیدار کیا جا سکتا ہے کہ لوگوں کو بنیادی اسلامی تعلیم سے آراستہ کر کے قومی سطح پر احیاء اور بیداری کی ایک بھرپور تحریک چلائی جائے۔ چونکہ کینیا ایک لادینی ریاست ہے اور سرکاری سکولوں میں مذہبی تعلیم کا کوئی بندوبست نہیں لہذا اپنے بچوں کو اسلامی تعلیم کی سہولتیں مہیا کرنا مسلمانوں کی اپنی ذمہ داری ہے۔ پورے ملک میں مسلمانوں کے بہت مدرسے جو کہ ساحلی علاقے (COAST) پر واقع ہیں صرف اس لئے بند ہو رہے ہیں کہ انہیں چلانے کے لئے نہ مناسب مقدار میں سرمایہ فراہم ہوتا ہے نہ تربیت یافتہ اساتذہ ملتے ہیں تاہم امید ہے کہ کسومانی اسلامک انسٹی ٹیوٹ" اور الفلاح مدرسہ" اسیولو، جسے "اسلامک فاؤنڈیشن" چلا رہی ہے" گیریسا "مسلم بچوں کا یتیم خانہ اور مدرسہ جو "ینگ مسلم ایسوسی ایشن"

کے تحت کام کر رہا ہے، اور ممباسہ میں جمعیت تعلیم القرآن کے قائم کردہ دار العلوم کے ذریعے دینی اساتذہ کی کمی کے مسئلہ کے حل میں کافی مدد ملے گی۔ لیکن مسلم علاقوں میں ایسے سکولوں کے ایک سلسلے کا قیام، جہاں بچوں کو مادی تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم بھی دی جا سکے یقیناً ایک ایسی ضرورت ہے جو انتہائی بنیادی اہمیت کی حامل اور فوری توجہ کی مستحق ہے۔ اس قسم کے سکول مسلمان بچوں کو ایسی ضروری سہولتیں مہیا کرنے کے علاوہ جن کے ذریعے وہ ایک ترقی پذیر معاشرے میں اپنا جائز مقام حاصل کر سکیں گے، ان کے اسلامی کردار اور سیرت و اخلاق کی تعمیر میں بھی مددگار ثابت ہوں گے جن کی انہیں بحیثیت صالح مسلمان کے اپنا تشخص برقرار رکھنے کے لئے شدید ضرورت ہے۔

اسلامیات کے اساتذہ اور اساتذہ کے تربیتی کالج کی فوری ضرورت

اگرچہ کینیا کی حکومت کسی قسم کی مذہبی تعلیم کے لئے مالی امداد فراہم نہیں کرتی تاہم وہ اس امر کی حوصلہ افزائی کرتی ہے کہ مختلف مذہبی فرقوں سے تعلق رکھنے والے لوگ اپنے اپنے فرقے کے افراد کو مذہبی تعلیم کے زیور سے آراستہ کریں۔ جہاں تک عیسائیوں کا تعلق ہے انہوں نے یقیناً نصابات کی تیاری اور تربیت یافتہ اساتذہ کی فراہمی میں حکومت کے مطلوبہ معیار کو پورا کیا۔ عیسائی اساتذہ کا تربیتی پروگرام اس طرح ترتیب دیا جاتا ہے اور اس صورت میں بروئے کار لایا جاتا ہے کہ اس سے تعلیمی پروگرام کے تقاضے بطریق احسن پورے ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کو اس سلسلے میں ابھی بہت سے ضروری اقدام کرنے ہیں۔ فی الحال کینیا میں دار الافتاء اور رابطہ عالم اسلامی کی جانب سے بھیجے ہوئے بیس سے زائد اساتذہ تعلیمی خدمات انجام دے رہے ہیں، لیکن چونکہ وہ انگریزی نہیں جانتے اس لئے سرکاری سکولوں میں اسلامیات کی تعلیم نہیں دے سکتے۔ وہ عموماً مکتبوں میں بچوں کو قرآن مجید پڑھاتے ہیں۔

ایک مایوس کن صورت حال سے بیش از بیش فائدہ اٹھانے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ ہم اپنے بچوں کو بنیادی اسلامی تعلیم کے حصول کی سہولتیں مہیا کریں خواہ وہ مذہبی مدارس ہی کی سطح پر کیوں نہ ہوں۔ تاکہ ہماری آئندہ نسلیں اپنا اسلامی تشخص باقی و محفوظ رکھ سکیں۔ موجودہ حالات کا تقاضا یہ ہے کہ بنیادی اسلامی تعلیم کی اشاعت کے لئے قومی سطح پر مہم چلائی جائے تاکہ افریقی علاقوں کے بے یار و مددگار مسلمانوں کو عیسائی مشنریوں کے شدید دباؤ سے نکالا جا سکے۔ بہر حال اسلامی تعلیمی پالیسی کا جو طویل المیعاد منصوبہ تیار کیا جائے اس کا یہ مقصد ہونا چاہئیے کہ کینیا، بلکہ درحقیقت پورا مشرقی افریقہ، تربیت یافتہ مسلم اساتذہ کے معاملے میں خود کفیل ہو جائے۔ لہذا مسلمان اساتذہ کی تربیت کے لئے ایک معیاری تربیتی کالج کا قیام وقت کی انتہائی اہم اور فوری ضرورت ہے۔ تاکہ سرکاری سکولوں کو اسلامیات کے تربیت یافتہ اساتذہ میسر آسکیں۔ جب تک اس قسم کے کالج کا قیام عمل میں نہیں آجاتا، اس وقت تک کے لئے ضروری ہے کہ مسلم ممالک کے ایسے اساتذہ جو اسلامیات کے ساتھ ساتھ کم از کم ایک دنیادی مضمون جیسے ریاضی، جغرافیہ وغیرہ یا عربی یا کوئی دوسری زبان پڑھا سکیں انہیں کینیا کے مسلمانوں کی ترقی اور فلاح و بہبود کے لئے معاہدات کی بنیاد پر وہاں ملازمتیں حاصل کرنی چاہئیں۔

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کینیا کے مسلمان باشندوں کے پاس بحیثیت مجموعی نہ تو اتنا سرمایہ ہے نہ تنظیمی صلاحیت کہ وہ خود اپنے ایسے سکول چلا سکیں جہاں دنیادی اور دینی تعلیم دونوں ساتھ ساتھ دی جا سکیں۔ اس صورت حال کی سنگینی میں یکم اگست ۱۹۸۲ء کے ناکام فوجی انقلاب کے بعد زیادہ اضافہ ہو گیا ہے کیونکہ اس ہنگامے کے دوران باغیوں نے کھاتے پیتے ایشیائی مسلمانوں کی دکانوں اور گھروں کو خاص طور پر اپنی انتقامی کارروائیوں کا نشانہ بنایا تھا۔

مسلمانوں کے ایسے سکول جہاں دنیاوی اور دینی تعلیم ایک ساتھ دی جاتی ہو اگرچہ موجود ہیں لیکن ان کی تعداد اتنی تھوڑی ہے کہ وہ پوری مسلم آبادی کی تعلیمی ضروریات کسی طرح بھی پوری نہیں کر سکتے۔ ان اداروں سے مسلمانوں کا ایک انتہائی محدود طبقہ ہی استفادہ کر سکتا ہے۔ علاوہ ازیں جب کہ یونیورسٹی آف نیروبی میں ہندوؤں اور عیسائیوں کو طلبہ اور اساتذہ کی سطح پر بھرپور نمائندگی حاصل ہے۔ مسلمان اعلیٰ تعلیم کے اس میدان میں بھی دوسروں سے بہت پیچھے ہیں۔ اب تک جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس کے پیش نظر اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوان اس براعظم میں تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دیں تو اس کے یقیناً دور رس اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔

اسلام کی تبلیغ

کینیا میں مسلمانوں کا نہ کوئی منظم تبلیغی مرکز ہے نہ دعوتی اور اصلاحی سرگرمیاں۔ وہاں کی آبادی کے اکثر لوگ اور متعدد قبائل، جیسے مسائی، ترکانا اور گاریا، ابھی تک مظاہر پرستی یا تاریک خیالی کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ وہاں مسلمانوں کے بھی بعض ایسے قبائل موجود ہیں جو صدیوں سے علیحدگی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ دوسرے مسلمانوں سے الگ تھلگ رہنے کے باعث اب اسلام سے ان کا تعلق بس نام کی حد تک رہ گیا ہے۔ ۱۹۷۱ء میں کینیا کی ینگ مسلم ایسوسی ایشن نے جنوب مشرقی صوبے کا رہنے والا ایک ایسا قبیلہ دریافت کیا جن کے نام بھی مسلمانوں جیسے تھے اور وہ قبلے کی طرف منہ کر کے کچھ پڑھتے تھے، لیکن اللہ کی واحدانیت کے اعتقاد اور معمولی عبادات کے سوا ان میں کوئی بات مسلمانوں جیسی نہ تھی۔

اگر مسلمانوں نے کینیا میں منظم تبلیغی سرگرمیوں کا آغاز نہ کیا تو اس کا مایوس کن لیکن واضح نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہاں کے رہنے والے آہستہ آہستہ عیسائیت کے ریگ زار میں جذب ہو جائیں گے مظاہر پرستوں میں تبلیغ اسلام کے علاوہ اس امر کی بھی بڑی ضرورت ہے کہ اپنا مذہب

تبدیل کرکے عیسائیت اختیار کر لینے والوں کو بھی اسلام کی دعوت دی جائے۔ اگر مسلمان وقت کے اس تقاضے کو پورا کرنے میں کامیاب ہوگئے تو نتائج انشاء اللہ حوصلہ افزا ثابت ہوں گے۔ تبلیغی سرگرمیوں ہی کے ضمن میں ایسے لٹریچر کی بھی شدید ضرورت ہے جس کے ذریعے غیر مسلموں بلکہ مسلمانوں کو بھی اسلامی تعلیمات سے روشناس کرایا جا سکے۔ ایسی کتابیں، جیسی عباس کومبو نے لکھی ہے۔ لاکھوں کی تعداد میں چھپنی چاہئیں تاکہ عیسائیوں کی زیادہ سے زیادہ تعداد ان سے استفادہ کر سکے۔ لیکن افسوس ہے کہ ایسے علماء اور صاحب فکر و نظر افراد کی تعداد بہت کم ہے جو تقابل ادیان جیسے اہم اور نازک موضوعات پر متوازن اور دل نشین انداز میں اپنے خیالات قلمبند کر سکیں۔ غیر مسلموں کے سامنے نہ صرف اسلام کو صحیح صورت میں پیش کیا جانا چاہیئے بلکہ انہیں ان کے مذہب کے ایسے عقائد اور تعلیمات کی جانب بھی سلیقے اور شائستگی کے ساتھ توجہ دلانی چاہیئے جو حق و صداقت سے کوئی مناسبت نہیں رکھتیں۔

سواحلی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ کینیا کے، سابق چیف قاضی شیخ عبداللہ صالح فارسی نے کیا ہے جو اسلامک فاؤنڈیشن نیروبی کی جانب سے مولانا ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم کی چند کتابوں کے ساتھ اشاعت پذیر ہوا ہے۔ سواحلی زبان ہی میں اسلام کا ابتدائی لٹریچر ایک اور ادارے میسرز آدم اینڈ سنز پوسٹ بکس نمبر ۹۸۰۰۸ ممباسہ نے شائع کیا ہے۔

کینیا میں اس وقت کسی جگہ ایسا کوئی انتظام نہیں جس کے ذریعے اسلام میں نئے نئے داخل ہونے والوں کے لئے اسلامی طریق زندگی کی تعلیم و تربیت حاصل کرنا ممکن ہو۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اسلام قبول کرنے والے نومسلم بھی وہاں کے غیر صحت مندانہ ماحول کے رنگ میں رنگے جاتے ہیں اور اللہ کا پسندیدہ دین قبول کر لینے کے بعد بھی ان کے اخلاق و

کردار میں کوئی ایسی تبدیلی نہیں آتی جس سے ان کی موجودہ اور سابقہ زندگی میں فرق کیا جا سکے۔ اگر نیروبی میں نومسلموں کی دینی تعلیم و تربیت کے لئے شب و روز کام کرنے والا ایک اسلامی مرکز کھول دیا جائے تو امید ہے کہ اس سے نومسلموں کا یہ مسئلہ بڑی حد تک حل ہو جائے گا۔ بشرطیکہ اس کے چلانے والے مخلص اور اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے محبت رکھنے والے ہوں۔

براعظم افریقہ میں مسلمانوں کا اصل مسئلہ یہ نہیں کہ وہاں کے غیر مسلموں، خصوصاً مظاہر پرستی کی ذلت میں گرفتار عوام کو دین کی تبلیغ کرکے، انہیں دائرہ اسلام میں کیسے داخل کیا جائے، بلکہ اصل مشکل نومسلموں کو دین کی صحیح تعلیم دینا اور تعمیری بنیادوں پر ان کی اخلاقی تربیت کرنا ہے۔ اس لئے کہ وہاں کے مسلمان نہ تو اتنا جذبہ ایثار رکھتے ہیں نہ وسائل اور افرادی قوت کہ وہ مطلوبہ ادارے خاطر خواہ تعداد میں قائم کرسکیں۔ تعلیم و تربیت کی اس کمی کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہاں کے نومسلم نہ تو مسلمانوں کی سی زندگی بسر کرنے کے قابل ہوتے ہیں نہ صحیح معنوں میں اسلامی احکام کی پابندی کرپاتے ہیں۔ بہت سے لوگ اسلام قبول کرلینے کے بعد بھی، صرف اسلامی تعلیمات سے خاطر خواہ واقفیت نہ رکھنے کے باعث، بعض ایسے غلط عقائد اور طور طریقوں سے چمٹے رہتے ہیں جو ان کے پہلے مذہب کا حصہ تھے۔ چنانچہ کینیا میں مسلمانوں کو جس صورت حال کا سامنا ہے وہ یہ ہے کہ ان کے اندر بہت سے غیر اسلامی رسوم و رواج اور افکار و نظریات داخل ہوگئے ہیں۔ عوام کسی ایسے شخص کی بات سننے کے لئے تیار نہیں جو ان کی عادات و اطوار کو تنقید کا نشانہ بناتا ہو۔ دوسری طرف کسی داعی حق کے لئے یہ بھی ممکن نہیں کہ وہ اس صورت حال کے ساتھ مصالحت اور اس سے چشم پوشی کا رویہ اختیار کرے۔

تعلیمی زندگی کے مختلف میدانوں میں مسلمانوں کے خلاف جو تعصب برتا جارہا ہے اس کو ملحوظ رکھتے ہوئے

ضروری ہے کہ ایک اسلامی تعلیمی ٹرسٹ قائم کیا جائے تاکہ اس کے ذریعے کم وسائل رکھنے والے مستحق طلبا کی اعانت کی جاسکے۔ یہ ایسی تجویز ہے جس کے ذریعے انشاءاللہ، نہ صرف یہ کہ عیسائیت کے چیلنج کا مقابلہ کیا جاسکے گا بلکہ حالات کا رخ موڑ کر ملک کی عمومی فضا کو اسلام کے حق میں ہموار کر لیا جائے گا۔

حواشی

لہ۔ چند سال پہلے کی بات ہے تنزانیہ کے رہنے والے ایک افریقی نے، جو پہلے رومی چرچ کے ایک راہب تھے، اسلام قبول کیا اور پھر سواحلی زبان میں ایک کتاب لکھی جس کا عنوان ہے "میں عیسائیت کو ترک کر کے مسلمان کیوں ہوا"؟ ان صاحب کا پورا نام عباس کومبو کالونی اور پتا پوسٹ بکس نمبر ۱۰۸ اروشا تنزانیہ ہے۔

ے۲۔ عیسائیوں تک اسلام کی دعوت پہنچانے کے لئے ایک مفید کتاب ملک سراج الدین اینڈ سنز کشمیری بازار لاہور نے شائع کی ہے۔ اس کتاب کا نام ہے

"THE TEACHINGS OF JESUS IN THE LIGHT OF AL-QUR'AN"